خطبہ جمعہ

عالم ربّانی سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی زبان بیہودہ نہ چلے۔

سچا علم قرآن کریم سے ملتا ہے۔ قرآن کریم عزیز و حکیم کی کتاب ہے۔

ہر قول و فعل میں مومن کو لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عزت کا خیال کرے کیونکہ وہ العزیز ہے

(اللہ تعالیٰ کی صفت العزیز کے متعلق آیات قرآنی ، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے حوالہ سے مختلف امور کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۲۲/مارچ ۲۰۰۲ء بمطابق ۲۲/امان ۱۳۸۱ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

صفت عزیز پر جو خطبات کا سلسلہ جاری ہے آج بھی اور غالباً اگلا جمعہ بھی اسی صفت پر ہوگا۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ . اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا .اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ﴾ (سورة فاطر:۲۹)

اور اسی طرح لوگوں میں نیز زمین پر چلنے پھرنے والے جانداروں میں اور چوپایوں میں سے ایسے ہیں کہ ہر ایک کے رنگ جدا جدا ہیں۔ یقیناً اللہ کے بندوں میں سے اُس سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ ترین شخص پر ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ......﴾۔ پھر فرمایا: جو لوگ دوسروں کو خیر کی تعلیم دیتے ہیں ان پر خدا تعالیٰ، اُس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے اور سمندر کی مچھلیاں درود بھیجتے ہیں اور اُن کے لئے دعا کرتے ہیں۔ (سنن الدارمی۔ کتاب المقدمة)

اب یہ جو محاورہ ہے سمندر کی مچھلیاں درود بھیجتی ہیں۔ یہ محاورہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر چیز ان پر درود بھیج رہی ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ واقعۃً سمندر کی مچھلیاں تیرتی پھرتی ان پر درود بھیج رہی ہوتی ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ......﴾ کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے در حقیقت وہی عالم ہے۔ (سنن الدارمی۔ کتاب المقدمہ)

یعنی اس میں خوف کو پہلے رکھا ہے اور علم کو بعد میں لیا ہے۔ یعنی سچا عالم تو وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ جو اللہ سے ڈرتا نہیں وہ کوئی عالم نہیں ہے۔

حضرت قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ مدینہ سے ایک شخص حضرت ابودرداءؓ کے پاس دمشق میں آیا تو ابودرداءؓ نے اُس سے پوچھا: اے میرے بھائی! کونسی بات تجھے یہاں لائی ہے؟۔ اُس نے کہا: مَیں ایک حدیث کے لئے یہاں آیا ہوں جس کے بارہ میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؓ اُسے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ ابودرداءؓ نے کہا: تم اپنے کسی کام سے تو نہیں آئے؟۔ اُس نے جواب دیا: نہیں۔ ابودرداءؓ نے پھر پوچھا: کیا تم تجارت کی غرض سے تو نہیں آئے۔ اُس نے کہا: نہیں، بلکہ مَیں صرف اور صرف اُس حدیث کے حصول کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس پر ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص طلبِ علم کی خاطر کسی راستے پر نکلتا ہے تو خدا تعالیٰ اُسے جنت کی طرف جانے والے کسی راستے پر ڈال دے گا اور فرشتے طالبعلم کے کام پر خوش ہو کر اپنے پر اُس کے آگے بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے تو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب استغفار کرتے ہیں"۔ اب یہاں بھی پَر سے مراد یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ فرشتوں کے باقاعدہ پَر ہوتے ہیں جس سے وہ اڑتے ہیں۔ پَر سے مراد فرشتوں کی صفات ہیں۔ وہ اپنی صفات ان کے سامنے بچھاتے ہیں۔ "سب استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی اُس کے لئے استغفار کرتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے چاند کی فضیلت سب ستاروں پر اور علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ انبیاء کا ورثہ دینار یا درھم نہیں ہوتا بلکہ ان کا ورثہ تو علم ہوتا ہے۔ پس جو شخص اسے حاصل کرتا ہے وہ بہت بڑا حصہ حاصل کرتا ہے۔

(ترمذی۔ کتاب العلم)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"اللہ جلّشانہٗ سے وہ لوگ ڈرتے ہیں جو اُس کی عظمت اور قدرت اور احسان اور حسن اور جمال پر علم رکھتے ہیں۔ خشیت اور اسلام در حقیقت اپنے مفہوم کے رُو سے ایک ہی چیز ہے کیونکہ کمال خشیت کا مفہوم اسلام کے مفہوم کو مستلزم ہے۔ پس اِس آیتِ کریمہ کے معنوں کا مآل اور ماحصل یہی ہوا کہ اسلام کے حصول کا وسیلہ کاملہ یہی علم عظمت ذات و صفاتِ باری ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام۔ صفحہ ۱۸۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:-

"عالمِ ربانی سے یہ مراد نہیں ہوا کرتی کہ وہ صَرف و نحو یا منطق میں بے مثل ہو بلکہ عالم ربانی سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اُس کی زبان بیہودہ نہ چلے۔ مگر موجودہ زمانہ اِس قسم کا آگیا ہے کہ مُردہ شُو تک بھی اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں اور اِس لفظ کو ذات میں داخل کر لیا ہے۔ اِس طرح پر اِس لفظ کی بڑی تحقیر ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ کے منشاء اور مقصد کے خلاف اس کا مفہوم لیا گیا ہے ورنہ قرآن شریف میں تو علماء کی یہ صفت بیان کی گئی ہے ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جو علماء ہیں۔ اب یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ جن لوگوں میں یہ صفات خوف و خشیت اور تقوی اللہ کی نہ پائی جائیں وہ ہرگز ہرگز اس خطاب سے پکارے جانے کے قابل نہیں ہیں۔

اصل میں علماء عالم کی جمع ہے اور علم اس چیز کو کہتے ہیں جو یقینی اور قطعی ہو اور سچا علم قرآن کریم سے ملتا ہے یہ نہ یونانیوں کے فلسفہ سے ملتا ہے نہ حال کے انگلستانی فلسفہ سے بلکہ یہ سچے ایمانی فلسفہ سے حاصل ہوتا ہے۔ مومن کا کمال اور معراج یہی ہے کہ وہ علماء کے درجہ پر پہنچے اور وہ حق الیقین کا مقام اسے حاصل ہو جو علم کا انتہائی درجہ ہے لیکن جو شخص علوم حقہ سے بہرہ ور نہیں ہیں اور معرفت اور بصیرت کی راہیں اُن پر کھلی ہوئی نہیں ہیں وہ خود عالم کہلائیں مگر علم کی خوبیوں اور صفات سے بالکل بے بہرہ ہیں اور وہ روشنی اور نور جو حقیقی علم سے ملتا ہے اُن میں پایا نہیں جاتا بلکہ ایسے

لوگ سراسر خسارہ اور نقصان میں ہیں۔ یہ اپنی آخرت دُخان اور تاریکی سے بھر لیتے ہیں ...... جن لوگوں کو سچی معرفت اور بصیرت دی جاتی ہے اور وہ علم جس کا نتیجہ خشیت اللہ ہے عطا کیا جاتا ہے۔ وہ وہ لوگ ہیں جن کو حدیث میں انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے۔"

(الحکم۔ جلد ۹۔ نمبر ۱۰۔ بتاریخ ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء صفحہ ۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو لغزش ہمیشہ نادان کو آتی ہے۔ شیطان کو جو لغزش آئی وہ علم کی وجہ سے نہیں بلکہ نادانی سے آئی۔ اگر وہ علم میں کمال رکھتا تو لغزش نہ آتی۔ قرآن شریف میں علم کی مذمّت نہیں بلکہ ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ اور 'نیم ملّاں خطرہ ایمان' مشہور مثل ہے۔ پس میرے مخالفوں کو علم نے ہلاک نہیں کیا بلکہ جہالت نے۔"

(الحکم۔ جلد ۶۔ نمبر ۲۵۔ بتاریخ ۱۷/ جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۲)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"علماء کے لفظ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ عالم وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا یعنی بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس کے بندوں میں سے وہی عالم ہیں۔ ان میں عبودیت تامہ اور خشیت اللہ اس حد تک پیدا ہوتی ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے ایک علم اور معرفت سیکھتے ہیں اور اس سے فیض پاتے ہیں اور یہ مقام اور درجہ آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع اور آپؐ کی پوری محبت سے ملتا ہے یہاں تک کہ انسان بالکل آپؐ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے۔"(الحکم۔ جلد ۹۔ نمبر ۳۹۔ بتاریخ ۱۰/ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۳)

اب سورۃ صٓ کی آیات ۱۰ تا ۱۲: ﴿اَمْ عِنْدَھُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَۃِ رَبِّکَ الْعَزِیْزِ الْوَھَّابِ. اَمْ لَھُمْ مُّلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ. جُنْدٌ مَّا ھُنَالِکَ مَھْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ﴾ (سورۃ صٓ: ۱۰ تا ۱۲)

کیا ان کے پاس تیرے کامل غلبہ والے (اور) بہت عطا کرنے والے ربّ کی رحمت کے خزانے ہیں؟ یا کیا انہیں آسمانوں اور زمین کی اور جو اُن دونوں کے درمیان ہے بادشاہی نصیب ہے؟ پس وہ سب تدبیریں کر گزریں۔ (یہ بھی) اَحزاب میں سے ایک لشکر (ہے) جو وہاں شکست دیا جانے والا ہے۔

یہ سورۃ الاحزاب سے پہلے کی آیات ہیں اور مراد یہی ہے کہ پہلے سے خدا تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری تھی کہ احزاب میں شامل ہونے والے ہلاک ہونگے اور شکست کھا جائیں گے۔

حضرت أیْفَعْ بن عَبْد الکَلاعِیْ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قرآن کریم کی سب سے عظیم سورت کونسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد۔ اس شخص نے پھر سوال کیا کہ قرآن کریم کی سب سے عظیم آیت کونسی ہے؟۔ آپؐ نے فرمایا: آیت الکرسی۔ اُس شخص نے پھر پوچھا: اے خدا کے نبی! وہ کونسی آیت ہے جسے آپ چاہتے ہیں کہ وہ آپؐ کے اور آپؐ کی امّت کے حق میں قبول ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا: سورۃ البقرۃ کا آخری حصہ۔ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں میں سے ہے اور خدا تعالیٰ نے اپنے عرش کے نیچے سے اس امّت کو عطا کیا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی کوئی خیر نہیں جو اس میں شامل ہونے سے رہ گئی ہو۔

(سنن الدارمی۔ کتاب فضائل القرآن)

اب یہاں بھی محاورات ہیں۔ عرش کے نیچے سے عطا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کے تابع یہ چیزیں انسان کو عطا کی ہیں۔ اور تین سورتیں الگ الگ بیان کی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مخاطب تھا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے تقدیم و تاخیر فرمائی ہے۔ جو مخاطب تھا اس کو سب سے زیادہ ضرورت تھی ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ کی۔ پھر پہلے آپ نے ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ بیان کی۔ اس کے بعد پھر تدریجاً دوسری چیزیں بیان فرمائی ہیں۔

علامہ فخر الدین رازیؒ ﴿اَمْ عِنْدَھُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَۃِ رَبِّکَ الْعَزِیْزِ الْوَھَّابِ﴾ (صٓ: ۱۰) کے تحت فرماتے ہیں کہ عزیز کی صفت بیان کر کے یہ واضح کیا گیا ہے کہ نبوت کا منصب ایک عظیم منصب اور ایک بلند مقام ہے اور اس کو عطا کرنے پر قادر ہستی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عَزِیْزٌ ہو۔ یعنی کامل قدرت رکھنے والی ہستی ہو اور وَھَّاب ہو یعنی بہت زیادہ سخاوت کرنے والی ہو اور اس مقام پر فائز صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کامل القدرت اور کامل الجود ہے۔

(تفسیر کبیر امام رازیؒ زیر آیت ھذا)

کامل الجود سے مراد ہے سخاوت میں کامل۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ﴾ (سورۃ صٓ: ۶۷)۔ آسمانوں اور زمین کا ربّ اور اُس کا جو اِن دونوں کے درمیان ہے۔ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کے وقت یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ سب تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کا ربّ ہے۔ سب تعریف تیرے ہی لئے ہے، سب تعریف تیرے ہی لئے ہے، تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ سب تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تیری بات سچی ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تجھ سے ملاقات برحق ہے اور جنت برحق ہے اور جہنم برحق ہے اور قیامت برحق ہے۔ اے اللہ میں تیرے ہی لئے فرمانبرداری اختیار کرتا ہوں اور تجھ پر ہی ایمان لاتا ہوں اور تجھ پر ہی توکل کرتا ہوں اور تیری ہی طرف جھکتا ہوں، اور تیری ہی دی ہوئی طاقت سے لڑتا ہوں اور تجھ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں پس مجھے معاف فرمادے اس کے بارہ میں جو میں نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا اور جو میں نے چھپایا اور جو میں نے ظاہر کیا۔ تو ہی میرا معبود ہے اور تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔ (بخاری۔ کتاب التوحید)

اس زمانے میں سب کو آسمان کا اور زمین کا ایک خیال دکھائی دیتا تھا مگر جو ان دونوں کے درمیان ہے اس کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ یہ قرآن کریم کا ہی معجزہ ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کے درمیان کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ یہ جو جو خالی نظر آتا ہے یہ خالی نہیں۔ اس میں بہت سی طاقتیں پھر رہی ہیں۔ بہت سی شعاعیں ہیں، بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا تصور بھی انسان نہیں کر سکتا۔ پس قرآن کریم کی عظمت اور حکمت کا یہ عظیم بیان ہے۔

﴿تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ﴾

(سورۃ الزمر: ۲، سورۃ الجاثیہ: ۳ اور سورۃ الاحقاف: ۳)

اس کتاب کا اتارا جانا کامل غلبہ والے (اور) حکمت والے اللہ کی طرف سے ہے۔

پھر ہے:- ﴿تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾ (سورۃ المؤمن: ۳)۔ اس کتاب کا اتارا جانا اللہ، کامل غلبہ والے (اور) کامل علم والے کی طرف سے ہے۔

حضرت شَھر بن حَوشَب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کلام اللہ کی فضیلت مخلوق کے کلام پر ایسی ہی ہے جیسے خود خدا تعالیٰ کی فضیلت اُس کی مخلوق پر۔

(سنن الدارمی۔ کتاب فضائل القرآن)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! سنو۔ یقیناً فتنے برپا ہوں گے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ان سے نکلنے کا کیا طریق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب۔ اس میں تم سے پہلے لوگوں کی بھی خبریں ہیں اور آئندہ ہونے والے واقعات کے بارہ میں پیشگوئیاں ہیں۔ اور اس میں تمہارے آپس کے معاملات کے فیصلوں کا بھی بیان ہے۔ اور وہ فیصلہ کن کلام ہے اور اس میں ہرگز کوئی جھول نہیں۔ اگر اس کو کوئی بھی جابر شخص ترک کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی کمر توڑ کے رکھ دے گا۔ اور جو اس کے سوا کسی اَور جگہ ہدایت چاہے گا تو خدا تعالیٰ اس کو گمراہ قرار دے دے گا۔ یہی کتاب خدا تعالیٰ کی مضبوط رسّی ہے اور یہی ذکر حکیم ہے اور یہی صراط مستقیم ہے اور یہی ہے جس سے نہ تو خواہشات میں کجی پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی زبانیں شکوک و شبہات کی زَد میں آتی ہیں۔ علماء کا دل اس سے کبھی بھی نہیں بھرتا۔ نہ ہی اس کو بار بار پڑھنے سے اکتاہٹ ہوتی ہے۔ اس کے عجائب ختم ہونے میں نہیں آتے۔ یہی ہے کہ جس کو سنتے ہی جنوں نے کہا: ﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّھْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ﴾۔ یعنی یقیناً ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو بھلائی کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ پس ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔

جس نے اس کتاب کو بنیاد بناتے ہوئے بات کی تو اُس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ اجر پا گیا۔ جس نے اس کے ذریعہ فیصلہ کیا، اُس نے عدل سے کام لیا اور جس نے اس کی طرف بلایا تو اس نے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی۔ (ترمذی۔ کتاب فضائل القرآن)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"لوگ معززوں اور حکیموں کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عزیز و حکیم کی کتاب ہے۔" (ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔ ۱۷/ نومبر ۱۹۱۰ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ حقائق الفرقان میں بیان کرتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ کے سارے کلام حق و حکمت کے بھرے ہوئے ہوتے ہیں جس سے اس کی اور اس کے رسول اور عامۃ المومنین کی عزت و بڑائی کا اظہار ہوتا ہے۔ لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ (المنفقون:۹)۔ مومنوں کو معزز کرتا ہے اور پھر ان سے بڑھ کر اپنے رسولوں کو عزت دیتا ہے۔ اور سچی محبت اور بڑائی حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔ غرض ہر قول و فعل میں مومن کو لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عزت کا خیال کرے کیونکہ وہ اَلْعَزِیْزُ ہے۔" (حقائق الفرقان۔ جلد ۴۔ صفحہ ۸۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:-

"رسول اللہ ﷺ کی بعثت مکہ والوں میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور حمد کا ایک بیّن ثبوت ہے کیونکہ جس وقت آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے...... اہلِ دنیا اس رشتہ سے جو انسان کو اپنے خالق کے ساتھ رکھنا ضروری ہے، بالکل بے خبر اور ناآشنا تھے۔ ہزاروں ہزار مشکلات اس رشتہ کے سمجھنے ہی میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اُس کا قائم کرنا اور قائم رکھنا تو اَور بھی مشکل تر ہو گیا تھا۔ کتبِ الٰہیہ اور صحفِ انبیاء علیہم السلام میں تاویلاتِ باطلہ نے اصل عقائد کی جگہ لے لی تھی۔ اور پھر ان کی خلاف ورزی مقدرت سے باہر تھی۔ دنیا پرستی بہت غالب ہوئی ہوئی تھی۔ ان کے بڑے بڑے سجادہ نشین احبار اور رُھبان کو اپنی گدیاں چھوڑنا محال نظر آتا تھا...... یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل تھا جو آدم زاد پر ہوا۔ اور بالخصوص عربوں پر اُس رسول نے آکر کیا: ﴿یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾۔ پہلا کام یہ کیا کہ ان پر خدا کی آیات پڑھ دیں۔ ﴿یَتْلُوا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ﴾ پھر نرے پڑھ دینے سے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دوسرا کام یہ کیا ﴿ وَ یُزَکِّیْھِمْ﴾ ان کو پاک صاف کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی کس قدر عظیم شان اور بلند مرتبہ ہے۔ دوسرے کسی نبی کی بابت یہ نہیں کہا کہ ﴿ یُزَکِّیْھِمْ﴾۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتی قوتِ قدسی اور قوت تاثیر کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے عربوں اور دوسری قوموں پر کیا اثر ڈالا۔ عرب کی تاریخ سے جو لوگ واقف ہیں، وہ جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آکر اُس کی کایا پلٹ دی۔ ان کے اخلاق، عادات اور ایمان میں ایسی تبدیلی کی جو دنیا کے کسی مصلح اور ریفارمر کی قوم میں نظر نہیں آتی۔ جو شخص اس ایک ہی امر پر غور کرے گا تو اُسے بغیر کسی چون و چرا کے ماننا پڑے گا کہ ہمارے سید و مولیٰ ﷺ اپنی قوت قدسی اور تاثیر قوی اور افاضۂ برکات میں سے سب نبیوں سے بڑھ کر اور افضل ہیں اور یہی ایک بات ہے جو قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ کی ضرورت دوسری تمام کتابوں اور نبیوں کے مقابلہ میں بدیہی ثبوت ہے۔"

(حقائق الفرقان۔ جلد ۴ صفحہ ۸۵ تا ۸۸)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عربی منظوم کلام میں قرآن کریم کے بارے میں جو خوبصورت اشعار بیان فرمائے ہیں اُن میں سے چند اشعار کا اردو ترجمہ مَیں اس وقت بیان کرتا ہوں۔ "اور قرآن نے اپنے نور سے مخلوق کو منور کر دیا ہے لیکن تم اندھے ہو۔ سو مَیں تمہیں کس طرح بینائی دے سکتا ہوں۔ وہ ایک عزت والی کتاب ہے جو تمام فضیلتوں کی جامع ہے۔ معارف کے جام پلاتی ہے اور وافر پلاتی ہے۔ پس اس کا حسن و جمال کیا ہی عجیب ہے۔ مَیں تو اس کو موتی، کستوری اور عنبر ہی پاتا ہوں۔ وہ کتاب کریم ہے۔ اس کی آیات محکم ہیں اور اس کی زندگی دلوں کو زندہ اور روشن کرتی ہے۔ اور بے شک اللہ کی کتاب تو معارف کا سمندر ہے اور ہم اس میں ضرور ایسے چشمے پاتے ہیں جنہیں ہم شیریں پاتے ہیں"۔ (نورالحق۔ جلد اوّل)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک تو مومن وہی ہے جو قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور قرآن شریف کو ہی خاتم الکتب یقین کرے اور اُسی شریعت کو جو آنحضرت ﷺ دنیا میں لائے تھے اسی کو ہمیشہ تک رہنے والی مانے۔ اور اس میں ایک ذرّہ بھر اور ایک شوشہ بھی نہ بدلے۔ اور اس کی اتباع میں فنا ہو کر اپنا آپ کھو دے اور اپنے وجود کا ہر ذرّہ اس راہ میں لگائے۔ عملاً اور علماً اس کی شریعت کی مخالفت نہ کرے تب پکّا مسلمان ہوتا ہے"۔ (الحکم۔ ۶/ مئی ۱۹۰۸ء)

سورۃ الزمر کی آیت ۶: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۔ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّھَارِ وَیُکَوِّرُ النَّھَارَ عَلَی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۔ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی. اَلَا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ﴾۔ (سورۃ الزمر:۶)

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ دن پر رات کا خول چڑھا دیتا ہے اور رات پر دن کا خول چڑھا دیتا ہے۔ اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ ہر ایک اپنی مقررہ میعاد کی طرف متحرک ہے۔ خبردار وہی کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

علامہ فخر الدین رازیؒ سورۂ زُمر کی اس آیت کے تحت اللہ تعالیٰ کی صفات عزیز اور غفار کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ بڑے بڑے اجرام پیدا فرمائے، یہ اس بات پر دلالت ہے کہ اگرچہ وہ عزیز یعنی عظیم قدرت کا مالک ہے مگر ساتھ ہی وہ غفار بھی ہے۔ یعنی وہ عظیم رحمت، فضل اور احسان والا ہے۔

صفت عزیز میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ وہ بڑی قدرت والا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ خوف و ہیبت ہے اور اللہ تعالیٰ کا غفار ہونا یعنی کثرتِ رحمت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی رحمت کی امید کی جا سکے اور اس کی طرف رغبت رکھی جائے۔ (تفسیر کبیر امام رازیؒ۔ سورۃ الزمر آیت ۶)

سورۃ المومن کی آیت ۹: ﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْھُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِیْ وَعَدْتَّھُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ

اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ. اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾(سورۃ المومن:۹)

اور اے ہمارے ربّ! انہیں اُن دائمی جنتوں میں داخل کر دے جن کا تُو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے اور انہیں بھی جو اُن کے باپ دادا اور ان کے ساتھیوں اور ان کی اولاد میں سے نیکی اختیار کرنے والے ہیں۔ یقیناً تُو ہی کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

حضرت رِفَاعَہ الجُہَنِیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلے تو آپؐ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! جو بندہ ایمان لائے پھر سچائی کے ساتھ اس کے مطابق عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور مجھے امید ہے کہ (دوسرے) مومنوں کے جنت میں داخل ہونے سے پہلے تم اور تمہاری اولادوں میں سے صالح لوگ جنت میں اپنے گھر بسا چکے ہوں گے۔ اور میرے ربّ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ۔ کتاب الزھد)

اب ستر ہزار بھی ایک کثرت کے اظہار کے لئے ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی امت میں سے اب تک کتنے بے شمار صلحاء ہیں کہ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ستر ہزار سے زیادہ بلکہ شاید سات لاکھ سے بھی بڑھ کر ہونگے جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے جبکہ مَیں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اے اُمّ عبد کے بیٹے! مانگ، تجھے دیا جائے گا۔ اس پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دوڑتے ہوئے آئے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ نے جب بھی کسی بات میں مجھ سے سبقت لے جانا چاہی تو وہ سبقت لے جاتے تھے۔ چنانچہ دونوں نے عبداللہؓ سے اُس کی دعا کے بارے میں پوچھا۔ تو عبداللہؓ نے جواب دیا کہ میری ایک دعا ہے جسے مَیں کبھی بھی ترک نہیں کرتا۔ (اور وہ دعا یہ ہے):

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ نَعِيْمًا لَا يَبِيْدُ وَقُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْفَدُ وَ مُرَافَقَةَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ اَعْلَى الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ۔ یعنی اے اللہ! مَیں تجھ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو کبھی زائل نہ ہو اور آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک کا طلبگار ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور جنت کے اعلیٰ مقام یعنی ہمیشہ رہنے والی جنت میں نبی کریم ﷺ کی صحبت مانگتا ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل۔ مسند المکثرین من الصحابہ)

سورۃ المومن کی آیات ۴۲۔۴۳: ﴿وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ. تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ. وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ﴾(سورۃ المومن:۴۲،۴۳)

اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں جبکہ تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے بلا رہے ہو کہ میں اللہ کا انکار کر دوں اور اس کا شریک اُسے ٹھہراؤں جس کا مجھے کوئی علم نہیں۔ اور میں کامل غلبہ والے (اور) بے انتہا بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور کوئی بندہ (کسی دوسرے کو) معاف نہیں کرتا مگر خدا تعالیٰ اُسے عزت بخشتا ہے، اور کوئی بھی خدا تعالیٰ کے لئے عاجزی وانکساری اختیار نہیں کرتا مگر اللہ اُس کا مرتبہ بلند کر دیتا ہے۔

(مسلم۔ کتاب البرّ والصلۃ)

علامہ فخر الدین رازیؒ سورۃ المومن کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے "العزیز" کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ العزیز میں اللہ تعالیٰ کے کامل القدرت ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ معبود وہی ہو سکتا ہے جو کامل القدرت ہو۔ اور جہاں تک فرعون کا تعلق ہے تو وہ تو انتہائی عاجز ہے، اس لئے وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے۔ اور جہاں تک بتوں کا تعلق ہے تو یہ تو صرف تراشے ہوئے پتھر ہیں سوان کے الٰہ ہونے کی بات کو کس طرح درست کہا جا سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر امام رازیؒ۔ سورۃ المومن۔ آیت ۴۳)

سورۃ الشوریٰ آیت ۴: ﴿كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾(سورۃ الشوریٰ:۴)

اسی طرح کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا اللہ تیری طرف وحی کرتا ہے اور اُن کی طرف بھی کرتا رہا ہے جو تجھ سے پہلے تھے۔

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ﴾

(سورۃ الزخرف:۱۰)

اور تو اگر ان سے پوچھے کہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ انہیں کامل غلبہ والے (اور) صاحب علم نے پیدا کیا ہے۔

اس سے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سارے ہی کافر اور مشرک نہیں تھے۔ کچھ ان میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو اللہ پر سچے دل سے ایمان لاتے تھے اور جب پوچھا جاتا تھا کہ کس نے پیدا کیا ہے تو بلاتردّد یہ اعلان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کامل غلبہ والا ہے۔

﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾(سورۃ الجاثیہ:۳۸)

اور اسی کی ہے ہر بڑائی آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور وہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میرا اوڑھنا اور عزت میرا بچھونا ہے۔ پس جس نے بھی ان میں سے کسی ایک میں میرا شریک بننے کی کوشش کی تو مَیں اُسے آگ میں ڈال دوں گا۔

(مسند احمد بن حنبل۔ باقی مسند المکثرین)

سورۃ الفتح: ﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾(سورۃ الفتح:۸)۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"اور اللہ سزا دے گا منافق مرد و عورت اور مشرک مرد و عورت کو جو اللہ کی نسبت بدظنّی رکھتے ہیں۔ انہیں کے اوپر برائی کا پھیر ہے اور اللہ ان پر ناراض ہوا اور ان پر لعنت کی اور اُن کے لئے جہنم تیار کیا۔ اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے (یہ لوگ اپنی دولت، کثرت اور قوت پر فریفتہ نہ ہوں اور اپنے موجودہ وقت کو جس سے سزا ابھی غائب ہے، سردست آرام کا زمانہ تصور فرما کر مغرور نہ ہو جاویں۔ ان کو سزا دینا، ان کا استیصال کرنا اور عقل وفکر انسان سے باہر نا اندیشیدہ سامانوں کا ہلاکت کے بہم پہنچانا ہم پر کچھ دشوار نہیں ہے۔ اسباب ہمارے ہیں اور اسباب کے خالق ہم ہیں) اور آسمان وزمین کے لشکر اللہ کے قبضے میں ہیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ ہم نے تجھ کو (اے نبی) شاہد۔ مبشر۔ نذیر بھیجا ہے (اب ضرور ہے کہ تم لوگ) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اسے (رسول کو) قوت دو اور اس کی تعظیم کرو۔ اور صبح وشام اللہ کے نام کی تقدیس کرو۔" (تصدیق براہین احمدیہ۔ صفحہ ۲۳۶)

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند الہامات مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

پہلا ہے: "وَبِعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْٓ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى"۔

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲ ترجمہ از صفحہ ۳۔ تذکرہ صفحہ ۲۱۱ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

"مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ تُو ہی غالب ہے (یہ عاجز کو خطاب ہے)"۔ یہ مسیح موعود علیہ السلام نے ترجمہ کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

"وَلَا تَعْجَبُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. وَبِعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى. وَنُمَزِّقُ الْاَعْدَآءَ كُلَّ مُمَزَّقٍ. وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ۔

اور تعجب مت کرو۔ اور غمناک مت ہو۔ اور تم ہی غالب ہو اگر تم ایمان پر ثابت قدم رہے۔ اور مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ غلبہ تجھی کو ہے۔ اور ہم دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور اُن کا مکر ہلاک ہو جائے گا۔" (تذکرہ۔ صفحہ ۲۸۰ و ۲۸۷)

پھر الہام ہے ۲۱/ اگست ۱۸۹۷ء کا۔

۱۔ اِنِّیْ مَعَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْاَکْبَرِ۔ یعنی مَیں خدائے عزیز واکبر کے ساتھ ہوں۔

۲۔ اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْكَ۔ یعنی تُو مجھ سے ہے اور مَیں تجھ سے ہوں۔

(ذکرِ حبیب۔ صفحہ ۲۲۱، تذکرہ۔ صفحہ ۷۷۴۔ ایڈیشن ۱۹۶۹ء)

اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْكَ سے مراد ہے کہ مَیں تیرا ہوں اور تو میرا ہے۔

مورخہ ۲۰/ نومبر ۱۸۹۸ء: "یہ رات جو پیر کو گزری ہے اس میں غالباً تین بجے کے قریب آپ کی نسبت مجھے الہام ہوا تھا اور وہ یہ ہے"۔ یہ نواب محمد علی خان صاحب کے نام ایک خط میں آپؑ نے تحریر کیا ہے۔ "فَبِاَیِّ عَزِیْزٍ بَعْدَہٗ تَعْلَمُوْنَ۔ یہ اللہ جل شانہ کا کلام ہے وہ آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اس حادثہ کے بعد اور کون سا بڑا حادثہ ہے جس سے تم عبرت پکڑو گے"۔

(مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام نواب محمد علی خان صاحب مورخہ ۲۲/ نومبر ۱۸۹۸ء مندرجہ الحکم جلد ۷ نمبر ۳۶ مورخہ ۳۰/ ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۵)

پھر ۱۴/ ستمبر ۱۸۹۹ء کا یہ الہام ہے:-

"ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب لَكَ خِطَابُ الْعِزَّةِ۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔"

اس الہام کے ضمن میں حضرت اقدس علیہ السلام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:-

"مجھے امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا ہے اور مجھے یہ ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے۔" (مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ بتاریخ ۲۳/ مئی ۱۹۰۸ء۔ مندرجہ اخبار عام ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء۔ تذکرہ۔ صفحہ ۳۳۹۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"آج رات مَیں نے ۱۸/ ستمبر ۱۸۹۹ء کو بروز دوشنبہ خواب میں دیکھا کہ بارش ہو رہی ہے۔ آہستہ آہستہ مینہ برس رہا ہے۔ مَیں نے شاید خواب میں یہ کہا کہ ہم تو ابھی دعا کرنے کو تھے کہ بارش ہو، سو ہو ہی گئی۔

مَیں نہیں جانتا کہ عنقریب بارش ہو جائے۔ یا ہمارے الہام ۱۴/ ستمبر ۱۸۹۹ء "ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب لَكَ خِطَابُ الْعِزَّةِ۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔" کے متعلق خدا کی رحمت اور فتح و نصرت کی بارش ہماری جماعت پر ہو گی۔ یا دونوں ہی ہو جائیں۔ ہماری خواب سچی ہے۔ اس کا ظہور ضرور ہوگا۔ دونوں میں سے ایک بات ضرور ہو گی۔ یعنی یا تو خداتعالیٰ کی مخلوق کے لئے بارانِ رحمت کا دروازہ آسمان سے کھلے گا۔ یا غیر معمولی کوئی نشان رُوحانی فتح اور نصرت کا ظاہر ہوگا۔ مگر نشان ہوگا۔ نہ معمولی بات۔" (الحکم۔ جلد ۳۔ نمبر ۳۶۔ بتاریخ ۱۰/ اکتوبر ۱۸۹۹ء)

پھر ۱۰/ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر کرتے ہیں:-

"۱۰/ اکتوبر ۱۸۹۹ء کو خواب میں مجھے یہ دکھایا گیا کہ ایک لڑکا ہے جس کا نام عزیزؔ ہے اور اس کے باپ کے نام کے سر پر سلطانؔ کا لفظ ہے۔ وہ لڑکا پکڑ کر میرے پاس لایا گیا اور میرے سامنے بٹھایا گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ وہ ایک پتلا سا لڑکا گورے رنگ کا ہے۔

مَیں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ عزیزؔ عزت پانے والے کو کہتے ہیں اور سلطانؔ جو خواب میں اس لڑکے کا باپ سمجھا گیا ہے۔ یہ لفظ یعنی سلطانؔ عربی زبان میں اُس دلیل کو کہتے ہیں کہ جو ایسی بیّن الظہور ہو جو بباعث اپنے نہایت درجہ کے روشن ہونے کے دلوں پر اپنا تسلّط کر لے۔ گویا سلطانؔ کا لفظ تسلّط سے لیا گیا ہے اور سلطانؔ عربی زبان میں ہر ایک قسم کی دلیل کو نہیں کہتے بلکہ ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔ اور طبائع سلیمہ پر اُس کا تسلّط تام ہو جائے۔ پس اس لحاظ سے کہ خواب میں عزیز جو سلطانؔ کا لڑکا معلوم ہوا۔ اس کی یہ تعبیر ہوئی کہ ایسا نشان جو لوگوں کے دلوں پر تسلّط کرنے والا ہوگا، ظہور میں آئے گا۔ اور اس نشان کے ظہور کا نتیجہ جس کو دوسرے لفظوں میں اس نشان کا بچہ کہہ سکتے ہیں۔ دلوں میں میرا عزیز ہونا ہوگا۔ جس کو خواب میں عزیز کے تمثّل سے ظاہر کیا گیا۔"

(ضمیمہ تریاق القلوب۔ نمبر ۴۔ صفحہ ۲۔ از اشتہار ۲۲/ اکتوبر ۱۸۹۹ء)

اب یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام تھا یہ لفظاً لفظاً پورا ہو گیا۔ لیکن آپ کے وصال کے بہت بعد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانہ میں۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب جو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بیٹے تھے آپ اس زمانے میں ایمان لائے اور آپ کا یہ لطیفہ بھی بہت مشہور ہے کہ جب وہ اپنی تائی کے پاس گئے اور ان کو بتایا کہ میں مسیح موعود پر ایمان لے آیا ہوں تو بیعت کو بید بنا کر اس نے کہا "تینوں وی بید وجے"، تمہیں بھی بید لگے۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب نے فرمایا کہ اب سب کو ہی یہ بید بجنے والے ہیں۔ اب کوئی نہیں بچے گا۔ تو جو پیشگوئی تھی جہاں سلطان دکھایا گیا تھا اور بیٹا عزیز دکھایا گیا تھا یہ لفظاً لفظاً بعینہٖ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد پورا ہوا۔

اب الہام ہے ۱۹۰۰ء کا:

"ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب لَكَ خِطَابُ الْعِزَّةِ۔ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا...... خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھاوے۔ اور آفاق میں تیرے نام کی خوب چمک دکھاوے۔ مَیں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اور قدرت نمائی سے تجھے اُٹھاؤں گا۔ آسمان سے کئی تخت اُترے مگر سب سے اونچا تیرا تخت بچھایا گیا۔ دشمنوں سے ملاقات کرتے وقت فرشتوں نے تیری مدد کی۔ ......خدا تیرے سب کام درست کر دے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ ربّ الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اگر مسیح ناصری کی طرف دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جگہ اس سے برکات کم نہیں ہیں۔ اور مجھے آگ سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔"

(اربعین نمبر ۳۔ صفحہ ۳۷، ۳۸)

اس الہام کے ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:-

"عزّت کے خطاب سے مراد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے کہ اکثر لوگ پہچان لیں گے اور عزت کا خطاب دیں گے۔ اور یہ تب ہوگا جب ایک نشان ظاہر ہوگا۔"

(اربعین نمبر ۳۔ صفحہ ۳۷)